

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

قرآن میں زکوٰۃ کے جو آٹھ مصارف بیان ہوئے ہیں، ان میں سے ایک مصرف مؤلفۃ القلوب ہے، اس مصرف میں کس قسم کے لوگ آتے ہیں؟ کیا یہ مصرف اب بھی باقی ہے، یا آنحضرت ﷺ کے بعد ختم ہو چکا؟ نیز اس مصرف میں کفار بھی داخل ہیں یا نہیں۔؟

الجواب بعون الوهاب بشرط صحیحہ السؤال

او علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

! الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد

تالیف قلب کی معنی ہیں، دل موہنا اس حکم کا مقصد عام طور پر یہ بیان کیا جاتا ہے، کہ جو لوگ اسلام کی مخالفت میں سرگرم ہوں، اور مال دسے کر ان کے جوش عادت کو ٹھنڈا کیا جا سکتا ہو، اور وہ مسلمانوں کے مددگار بن سکتے ہوں یا جو لوگ نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے ہوں، اور ان کی سابقہ عداوت یا کمزوریاں دیکھتے ہوئے اندیشہ ہو کہ اگر ان کی مالی مدد نہ کی گئی، تو پھر کفر کی طرف پلٹ جائیں گے، یا جو لوگ خود تو پکے مسلمان ہوں، مگر ان کی قوم کو ان کے ذریعہ ہدایت پر لانا اور بخت کرنا مقصود ہو یا غیر مسلموں میں ایسے لوگ ہوں جن کے بارے میں تجربہ ہو کہ یہ لوگ نہ تعلیم و تبلیغ سے متاثر ہوں گے، آنحضرت ﷺ ان مذکورہ (مقاصد کے لیے ہر وہ تدبیر کرتے ہیں، جس سے یہ لوگ متاثر ہو سکیں، یہ سب قسمیں عام طور پر مؤلفۃ القلوب میں داخل سمجھی جاتی ہیں، جن کو صدقات کا جو تھا مصرف سورۃ توبہ میں قرار دیا گیا ہے۔ (فقہ الزکوٰۃ ص ۵۹۵ ج ۲) کے زمانہ مبارک میں ہست سے لوگوں کو بطور تالیف قبل عطیے دے دیے گئے، لیکن اس امر میں اختلاف ہے کہ آپ کے بعد بھی یہ مدبائی رہی یا ختم ہو گئی؟ اس میں علماء کے تین مسلک ہیں۔ a یہ امر تو متفق علیہ ہے کہ نبی پہلا مسلک یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب کہ اسلام کو مادی قوت بھی حاصل ہو گئی، اور کفار کے شر سے بچنے یا تو مسلمانوں کو اسلام پر... ا بخت کرنے کے لیے اس طرح کی تدبیروں کی ضرورت نہ رہی تو وہ علت اور مصلحت ختم ہو گئی، اس لیے ان کا حصہ بھی ختم ہو گیا، لہذا اب مؤلفۃ القلوب کو کچھ نہیں دیتا ہے، یہ رائے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کی (ہے، نیز حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی طرف بھی یہی مقول منسوب ہے، (فتح القدر للشوکانی رحمۃ اللہ علیہ ص ۴۳ ج ۲ اہدایہ ص ۱۸۲ ج الزکوٰۃ ص ۶۰۰ ج ۲) ان حضرات کا استدلال اس واقعہ سے ہے کہ نبی ﷺ کی رحلت کے بعد عینیہ بن حصن اور اقرع بن حابس حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہوں نے ایک زمین آپ سے طلب کی۔ آپ نے ان کو عطیہ کا فرمان لکھ دیا، انہوں نے چہا کہ مزید پہنچنے کے لیے دوسرے اصحاب رضی اللہ عنہم بھی اس فرمان پر گواہیاں ثبت کر دیں، چنانچہ گواہیاں بھی ہو گئیں، مگر جب یہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گواہی کے لیے گئے تو انہوں نے فرمان پڑھ کر اسے ان کی آنکھوں کے سامنے چاک کر دیا، اور ان سے کہا کہ بے شک نبی ﷺ تم لوگوں کی تالیف قلب کے لیے تمہیں دیا کرتے تھے، مگر وہ اسلام کی کمزوری کا زمانہ تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو تم جیسے لوگوں سے بے نیاز کر دیا ہے، اس پر وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس شکایت لے کر آئے، اور آپ کو طعن بھی دیا کہ خلیفہ آپ ہیں یا عمر رضی اللہ عنہ؟ لیکن نہ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ (ہی نے اس کا کوئی نوٹس لیا، اور نہ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہی کسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس رائے سے اختلاف کیا۔ (فقہ الزکوٰۃ ص ۶۰۰ ج ۲ اہدایہ ص ۱۸۲ ج ۲) فقہ السنہ ص ۳۸۹ ج ۱ مذکورہ واقعہ سے حنفیہ اور بعض مالکیہ یہ استدلال کرتے ہیں کہ جب مسلمان کثیر التعداد ہو گئے، اور ان کو یہ طاقت حاصل ہو گئی کہ لپٹنے بل بوتے پر کھڑے ہو سکیں، تو وہ سبب باقی نہ رہا جس کی وجہ سے ابتدائی مؤلفۃ القلوب کا حصہ رکھا گیا تھا، اس لیے بلاجماع صحابہ یہ ہمیشہ کے لیے منسوخ ہو گیا (فقہ الزکوٰۃ ص ۶۰۰ ج ۲) رد المحتار (ج ۲ ص ۸۲) میں ہے کہ جس علت کی بنا پر اس حکم کا اجراء ہوا تھا، وہ علت جب زائل ہو گئی تو اس پر مرتب ہونے والا حکم بھی ختم ہو گیا۔

احناف کے دلائل کا جائزہ

لیکن حقیقت یہ ہے کہ دلائل کے لحاظ سے یہ مسلک کمزور ہے، اور لجماع صحابہ اور نسخ کا دعویٰ غیر صحیح ہے۔ چنانچہ مشہور محقق شیخ یوسف القرضاوی اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

واضح ان کلا الامرین غیر صحیح فالنسخ لم یقطع اما دعویٰ النسخ بفعل عمر رضی اللہ عنہ فلیس فیہ ادنی دلیل فان عمر رضی اللہ عنہ انما حرم قوماً من الزکوٰۃ کا نوافی عند رسول اللہ ﷺ ورأی انہ لم یعد) (ہناک جاہلین لیسنہم وقد اعز اللہ الاسلام وغنی عنہم ولم یجاء روز الفاروق الصواب فیما مضی فان التالیف لیس وضمناً بتا داما ولاکل من کان مزلفانی عصر یظلل مؤلفانی غیرہ من العصور) (فقہ الزکوٰۃ ص ۶۰۱ ج ۲) امر واقعہ یہ ہے کہ احناف کی دونوں دلیلیں صحیح نہیں ہیں، نہ نسخ واقع ہوا ہے، اور نہ ہی تالیف قلب کی علت منقطع ہوئی ہے، فعل فاروق رضی اللہ عنہ سے نسخ کا دعویٰ، اس بنا پر صحیح نہیں ہے کہ اس میں مذکورہ دعویٰ کے لیے کوئی ادنیٰ دلیل بھی نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمان لوگوں کو اس وقت حصہ سے محروم کیا تھا، جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارک سے وظیفہ جاری رکھنے کی ضرورت نہ سمجھی گئی، اس بنا پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا اس میں راہ حق سے سرموانحراف نہیں کیا، کیونکہ تالیف قلب کا حصہ دائمی نہیں ہے، اور نہ ہی یہ بات ہے کہ جو شخص ایک وقت تالیف قلب کا مستحق ہے، وہ ہر وقت ہی مستحق رہے۔ لہذا اگر اسلامی حکومت تالیف قلب کے لیے مال صرف کرنے کی ضرورت نہ سمجھتی ہو تو کسی نے اس پر فرض نہیں کیا ہے کہ ضروری اس میں کچھ نہ کچھ صرف کرے، لیکن اگر کسی وقت اس کی ضرورت محسوس ہو تو اللہ نے اس کے لیے گنجائش رکھی ہے، اسے باقی رہنا چاہیے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع جس امر پر ہوا تھا، وہ صرف یہ تھا کہ ان کے زمانہ میں جو حالات تھے، ان میں تالیف قلب کے لیے کسی کو کچھ دینے کی وہ حضرات ضرورت محسوس نہ کرتے تھے، اس لیے یہ نتیجہ نکالنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے لجماع نے اس کو قیامت تک کے لیے ساقط کر دیا، جو قرآن میں بعض اہم مصالح دینی کے لیے رکھی گئی تھی۔

دوسرا مسلک:

یہ ہے کہ مؤلفہ القلوب کا حصہ فسوخ نہیں ہوا، اب بھی باقی ہے، لیکن اس مد سے صرف فاسق مسلمانوں کی تالیف کی جا سکتی ہے کفار کی نہیں، یہ رائے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دیگر ائمہ کی ہے۔ (فقہ السیّد ص ۲۹۰ ج ۱، فقہ الزکوٰۃ ص ۵۹۷ ج ۲)

ان حضرات کا استدلال یہ ہے کہ تالیف قلب کے لیے کفار کو مال زکوٰۃ دینا آنحضرت ﷺ کے فعل سے ثابت نہیں ہے، جتنے واقعات حدیث میں ہم کو ملتے ہیں، ان سب سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے کفار کو تالیف (قلب کے لیے جو کچھ مال دیا وہ مال غنیمت سے دیا کہ مال زکوٰۃ سے) (فقہ الزکوٰۃ ص ۵۹۷ ج ۲)

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں ان سب لوگوں کے نام بالفعل گناہے ہیں، جن کو نبی ﷺ نے دیکھ کر مال زکوٰۃ سے حصہ دیا ہے، پھر بعد میں لکھتے ہیں:

(لم یثبت ان النبی ﷺ اعطی احد ائمن الکفار لالیاف شیئا من الزکوٰۃ) (تفسیر مظہری)

یعنی یہ بات کسی روایت سے ثابت نہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی کافر کو مال زکوٰۃ میں سے اس کی دیکھ کر حصہ دیا ہو۔

قاضی صاحب کی تالیف امام زعمشری کی اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ مصارف

صدقات کا بیان یہاں ان کفار و منافقین کے جواب میں آیا ہے، جو رسول اللہ ﷺ پر تقسیم صدقات کے بارے میں اعتراض کرتے تھے، کہ ہم کو صدقات نہیں دینے۔ اس آیت میں مصارف صدقات کی تفصیل بیان فرمانے سے مقصد یہ ہے کہ ان

(کو بتلادیا جائے کہ کافر کا کوئی حق مال صدقات میں نہیں ہے، اگر مؤلفہ القلوب میں کافر بھی داخل ہوتے تو اس جواب کی ضرورت نہ تھی۔) (تفسیر کشف ص ۵۵۸ جلد نمبر ۱)

صحیح مسلم اور ترمذی کی روایت میں جو مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صفوان بن امیہ کو کافر ہونے کے زمانہ میں کچھ عطیات دیے تھے، تو اس کے متعلق امام نووی کے حوالہ سے تحریر فرمایا کہ یہ عطیات زکوٰۃ کے مال سے نہ تھے، بلکہ غزوہ خنین کے مال غنیمت کا جو خمس بیت المال میں داخل ہوا اس میں سے دینے گئے تھے، اور یہ ظاہر ہے کہ بیت المال کی اس مد سے مسلم وغیر مسلم دونوں پر خرچ کرنا سب کے نزدیک جائز ہے، پھر فرمایا کہ امام بیہقی ابن (سیدنا الناس۔ امام ابن کثیر وغیر ہم سب نے یہی قرار دیا ہے کہ یہ عطا مال زکوٰۃ سے نہ تھی، بلکہ خمس غنیمت سے تھی۔) (تفسیر مظہری)

عام صدقات ۲:

زکوٰۃ کے علاوہ عام صدقات کے بارے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، وہ مسلم غیر مسلم دونوں طرح کے لوگوں کو دینے جا سکتے ہیں، آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے، ((تَمَنُّهُ قَوْلًا عَلَىٰ أَهْلِ الْإِيمَانِ كَقَوْلِهِ)) (مصنف ابن ابی شیبہ) یعنی ”ہر مذہب والے پر صدقہ کرو۔“ لیکن صدقہ زکوٰۃ کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجتے وقت یہ ہدایت فرمائی تھی کہ ((تَوَافِقُ مِنْ أَغْنِيَاءِ نَحْمُ وَتُرَدُّ عَلَىٰ فُقَرَاءِ هَمِّ)) (صحیح بخاری ص ۸۷ جلد نمبر ۱) ”مال زکوٰۃ صرف مسلمانوں کے اغنیاء سے ہی لیا جائے، اور انہی کے فقراء پر صرف کیا جائے۔“ صحیح بخاری کی اس حدیث کی تشریح میں علامہ قسطلانی رقم طراز ہیں:

والاضافۃ فی قولہ فقر انہم تفسید منصرف الزکوٰۃ للکافر)) (ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ص ۳۰۳ ج ۳) یعنی ”حدیث میں لفظ فقراء کی جو اضافت مسلمانوں کی طرف کی گئی ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ کافر کو زکوٰۃ دینی منع ہے۔“ اور حافظ ابن حجر رضی اللہ علیہ اس کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ((ان الزکوٰۃ لا تدفع الی الکافر لعمد الضمیر فی فقر انہم الی المسلمین)) (فتح الباری ۱۰۳ ج ۳) ”مال زکوٰۃ سے کافر کو ہرگز نہ دیا جائے، کیونکہ حدیث میں فقر انہم کی ضمیر مسلمانوں کی طرف عود کرتی ہے۔“ مال زکوٰۃ سے کافر کی اعانت کے سلسلے میں بعض حضرات نے اس واقعہ اس استدلال کیا ہے، جو حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا اور ان کی ماں کے درمیان پیش آیا تھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی قتیلہ بنت عبد العزیٰ کافرہ تھیں اور ہجرت کے بعد مکہ ہی میں رہ گئیں تھیں، حضرت اسماء انہی کے بطن سے پیدا ہوئی تھیں۔ صلح حدیبیہ کے بعد جب مدینہ اور مکہ کے درمیان آمد و رفت کا راستہ کھل گیا، تو وہ بیٹی سے ملنے کے لیے مدینہ آئیں، اور کچھ تحائف بھی لائیں، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی اپنی روایت میں ہے کہ میں نے جا کر رسول اللہ ﷺ سے پوچھا اپنی ماں سے مل لوں؟ اور کیا میں ان سے صلح رحمی بھی کر سکتی ہوں؟ حضور ﷺ نے جواب دیا ان سے صلح رحمی کرو۔ (صحیح بخاری ص ۸۸۳ ج ۲ مسلم ص ۲۲۳ ج ۱) حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اس واقعہ کی مزید تفصیل یہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ماں سے ملنے کا انکار کر دیا تھا، بعد میں جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اجازت مل گئی، تب وہ ان سے ملیں۔ (مسند احمد۔ ابن جریر) امام ابو داؤد نے اس حدیث پر یہ بات قائم کیا ہے، باب الصدقۃ علی اهل الذمۃ (ذمی کفار کو مال صدقات میں سے دینا) مگر اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنی والدہ کو زکوٰۃ کے مال میں سے دیا تھا، انہوں نے جو اپنی والدہ سے صلح رحمی کی یا ان پر کچھ خرچ کیا تو وہ عام نوعیت کا صدقہ تھا۔ صدقہ زکوٰۃ نہ تھا، یہی بات علامہ محمود محمد خطاب السبکی نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے ارشاد فرمائی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ((فاما دفع الزکوٰۃ والواجبۃ الی الیسا فلا یجوزہ لخاصۃ حق للمسلم لا تصرف لغيره المصل العذب المورود)) (شرح سنن ابی داؤد ص ۳۱۶ ج ۹) ”زکوٰۃ صرف مسلمانوں کا حق ہے، کسی غیر مسلم کو نہیں دی جا سکتی۔“

تیسرا مسلک:

یہ ہے کہ مؤلفہ القلوب کا حصہ اب بھی باقی ہے، اگر اس کی ضرورت پیش آ جائے، تو پھر مسلم غیر مسلم دونوں طرح کے لوگوں کو دیا جا سکتا ہے، یہ مسلک بھی بہت سے ائمہ و فقہاء کا اختیار کردہ ہے، ہمارے نزدیک بھی اقرب الی الصواب یہی مسلک ہے، چنانچہ علامہ سید سابق مصری فرماتے ہیں:

(الظاهر جواز تالیف عند الحاجة الیہ) (فقہ السیّد ص ۳۹۰ ج ۱)

”عند الضرورت مؤلفہ القلوب کا حصہ اب بھی باقی ہے۔“

علامہ رشید رضا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(هذا حواصن فی عملیہ) (تفسیر المنار ص ۵۷۷ ج ۱۰)

”حق بات یہ ہے کہ مؤلفہ القلوب کا حصہ اب بھی موجود ہے۔“

وامت برکاتہم فرماتے ہیں

حضرت مولانا محمد عطاء اللہ صاحب غنیف

(قد اختلفت فی هذا اللحم حل حواصن ام نسخ فالاکثر علی الاول واختم فیہ الی الثانی والحق البقاء) (التعلیقات السلفیہ شرح سنائی ص ۲۹۳ ج ۱)

یعنی مؤلفہ القلوب کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا یہ حصہ اب بھی باقی ہے، یا فسوخ ہو گیا ہے، اکثر ائمہ دین کا خیال ہے کہ یہ حصہ اب بھی

باقی ہے، صرف علماء احناف کا خیال ہے کہ فسوخ ہو چکا ہے، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ حصہ ابھی باقی ہے۔ فسوخ نہیں ہوا۔

رہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے تو وہ اس حد تک تو صحیح معلوم ہوتی ہے، کہ جب تک حکومت کے پاس دوسری مدت آمدنی سے کافی مال موجود ہو تو اسے تالیف قلب کی مد پر زکوٰۃ کا مال صرف نہ کرنا چاہیے۔ لیکن جب زکوٰۃ

کے مال سے اس کام میں مدد لینے کی ضرورت پیش آ جائے، تو پھر یہ تفریق کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ اسے فاسقوں پر صرف کیا جائے، اور کافروں پر نہ کیا جائے، اس لیے کہ قرآن میں مؤلفیہ القلوب کا جو حصہ رکھا گیا ہے، وہ ان کے ایمان کی بنا پر نہیں ہے، بلکہ اس بنا پر ہے کہ اسلام کو لپٹنے مصالح کے لیے ان کی تالیف قلب مطلوب ہے، اور وہ اس قسم کے لوگ ہیں کہ ان کی تالیف قلب صرف مال ہی کے ذریعہ سے ہو سکتی ہے، یہ حاجت اور صفت ہے: جہاں بھی متحقق ہو وہاں امام المسلمین بشرط ضرورت زکوٰۃ کا مال صرف کرنے کا اوزار ہے، علامہ یوسف القرضاوی فرماتے ہیں:

(اقول، واذا كانت كلمة "المؤلفين قلوبهم" تشتمل الكافر والمسلم فليس على جواز تالیف الكافر واعطائه من الزکوٰۃ)) (فقه الزکوٰۃ ص ۵۹۷ ج ۲)

یعنی مؤلفیہ قلوبہم کے الفاظ عام ہیں مسلمان اور کافر دونوں اس میں شامل ہیں، لہذا اس میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ زکوٰۃ کے مال سے کافر کی تالیف کی جا سکتی ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ آنحضرت ﷺ نے اگر اس مد سے کفار کو کچھ نہیں دیا، تو اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے پاس دوسری مدت کا مال موجود تھا، یہ بات نہیں تھی کہ آپ زکوٰۃ کے مال سے کفار کی تالیف قلب جائز نہیں سمجھتے تھے، اگر ایسا ہوتا تو آپ اس کی وضاحت فرما دیتے۔

: حضرت علامہ وحید الزمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، یعنی:

(ولاسمذی ذی وجوبی اللاتالیف)) (کنز المحتاج ص ۳۶)

ذمی اور حربی کافر کو زکوٰۃ نہ دی جائے، ہاں تالیف قلب کے طور پر دی جا سکتی ہے۔

اب یہاں ایک اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ زیر بحث مصرف کے سلسلے میں مال صرف کرنے کا حق رب المال کو لپٹنے طور پر حاصل ہے یا یہ حق صرف امام المسلمین کا ہے کہ وہ اپنی صواب دید کے مطابق جہاں چاہے صرف کرے، سو اس میں علماء کے دو مسلک ہیں، ایک مسلک تو یہ ہے کہ یہ حق صرف امام المسلمین کا ہے، ہر شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ لپٹنے خیال کے مطابق جس کو چاہیے، تالیف قلب کے طور پر اپنی زکوٰۃ دے دے، جمہور امت کی یہی رائے ہے، علامہ یوسف القرضاوی فرماتے ہیں:

(ان جواز التالیف وتقدیر الحاجب سرحدہ الی اولی الامر من المسلمین)) (فقه الزکوٰۃ ص ۶۰۸)

تالیف قلب اور اس کی ضرورت کا اندازہ لگانا یہ کام صرف مسلمانوں کے اولی الامر ہے (حکام) کا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے خلفاء میں اس کام کو سرانجام دیتے رہے ہیں، کیونکہ اس کا تعلق ہے بھی ملک کی داخلہ اور خارجہ پالیسی سے بد میں وجہ یہ کام ہر شخص کے کرنے کا نہیں ہے، لیکن اگر کسی ملک کا نظام اسلامی نہ ہو یا زکوٰۃ اٹھی کرنے کا اہتمام حکومت نہ کرے، تو پھر ایسے حالات میں وہاں کوئی دینی جماعت اگر اس کام کو لپٹنے ہاتھ میں لے کر چلائے، تو بھی ٹھیک ہے، لیکن جہاں زکوٰۃ کے مال سے کافر کی تالیف قبل کر سکتا ہے، یا نہیں اس سلسلے میں علامہ یوسف القرضاوی فرماتے ہیں:

(الرأی عندی انه لا یجوز له ذالک الا اذ لم یجد مصرفاً آخر)) (فقه الزکوٰۃ ص ۶۰۸ ج ۲)

یعنی جب دوسرا کوئی مصرف موجود ہو تو پھر کافر کی تالیف قلب پر زکوٰۃ کو صرف کرنا جائز نہیں۔

ایسی صورت میں میری رائے یہ ہے کہ مثال کے طور پر بعض وہ مسلمان جو غیر مسلم ممالک میں بستے ہیں، اور وہاں کوئی مسلمان آدمی زکوٰۃ کا مستحق نیلے، اور وہاں بعض غیر مسلموں کی تالیف قلب کر کے ان کے دل اسلام کی طرف اگر مائل کیے جا سکتے ہوں، تو ایسی صورت میں اگر کافر کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں، لیکن پھر بھی بہتر یہی ہے کہ ایسے مقامات میں زکوٰۃ کے فنڈ کو اسلام کی اشاعت پر خرچ کرنا چاہیے، شرح الاذہار ص ۵۱۳ ج ۱ میں ہے:

(ان التالیف جائز للامام فقط لمصلحتہ۔ و فی ذہاب الغیرہ فلا یجوز)

دینی مصلحت کے لیے تالیف قلب کے لیے صرف امام المسلمین کا حق ہے، کسی دوسرے شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔

(دوسرا مسلک یہ ہے کہ رب المال کے لیے بھی جائز ہے کہ تالیف قلب کے سلسلے میں از خود بھی زکوٰۃ کا مال صرف کر سکتا ہے، یہ رائے یہ فرقہ کے بعض لوگوں (۱) کی ہے۔ (فقه الزکوٰۃ ص ۶۰۸ جلد نمبر ۲)

(امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہی معلوم ہوتی ہے، دیکھئے السبل الجرار ص ۵۸ ج ۲، ح، ع، ا)

هذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ علمائے حدیث

جلد 7 ص 336-344

محدث فتویٰ